قطعاتِ تاریخ وفاتِ شعراء

(قسط ۱۲)

عبدالرؤف خاں۔ اودئی کلاں (راج) ۳۲۳۲۰۱

داغؔ:- نواب مرزا داغؔ ۱۲ ذی الحجہ ۱۲۴۶ھ میں چہارشنبہ کے دن دہلی میں پیدا ہوئے والد کا نام نواب شمس الدین خاں تھا۔ شاعری کا شوق بچپن سے تھا۔ استاد ذوقؔ کے شاگرد تھے۔ غدر کے بعد ۱۲۷۲ھ میں رامپور چلے گئے اور تقریباً پینتالیس سال رامپور میں رہے۔ بعد ازاں ۱۳۰۵ھ میں حیدرآباد پہونچے اور سلطانِ دکن کے دربار میں باریاب ہوئے، اور شرف یابی کی یہ تاریخ کہی۔

قدم بوس حضرت کا حاصل ہوا بڑے شوق سے اور ارمان سے

حضوری کی تاریخ پوچھیں اگر یہ کہدو "ملے داغ سلطان سے"[1] ۱۳۰۵ھ

دوران سر اور وجع مفاصل (گٹھیا) کی شکایت تھی آخر کار فالج میں وہ نویں ذلحجہ ۱۳۲۲ھ / ۱۴ فروری ۱۹۰۵ء کو دنیا سے رخصت ہوئے۔ اس طرح اردو شاعری کا خاتمہ داغؔ کی ذات پر ہوا۔ اور کہنے والے نے سچ کہا کہ:- جنابِ داغؔ کا مرنا ہے شاعری کی موت وہ مر گئے ہیں تو سمجھو کہ اس کی آئی موت

ان کی وفات کے بے شمار قطعاتِ تاریخ ہیں۔ اُن میں سے چند یہاں پیش کئے جاتے ہیں۔

نویں ذی الحجہ کی شب ہوئے رخصت داغؔ چھاتی پہ داغ دھر بھی گئے

غل قیامت پہ عیدِ قرباں میں

ہائے وہ داغؔ آج مر ہی گئے[2] ۳۰ + ۱۳۲۲ھ

---

[1] واقعات دارالحکومت دہلی ۲: ۴۵۰

[2] ایضاً ص ۴۵۷ مادہ میں تاریخ مکمل کرنے کے لئے "گئے" کے خلاف اصول ۳۰ عدد لئے ہیں اس سلسلہ میں ہم اختلافی مسائل کے تحت لکھ چکے ہیں۔

نواب عبدالعزیز صاحب ولاؔ مدراسی نے یہ قطعہ کہا:

میرے استاد داغؔ نام آور		جو مرجّع تھے ہر مقابل پر
اس زمانے میں اُنکی فکرِ بلند		آسماں تھی زمین مشکل پر
بلبلِ ہند تھی زباں ان کی		مستند تھی لب عنادل پر
آج دنیا سے کر گئے وہ سفر		واصل حق ہیں پہلی منزل پر
ہو گیا آج اُن کا بیڑا پار		رہ گئے ہم تڑپ کے ساحل پر

مصرعِ سال ہے نعانِ ولاؔ
"ہائے وہ داغ دے گئے دل پر" ۱۳۲۲ھ[۳]

شفقؔ رضوی عماد پوری نے صنعتِ معجمہ میں درج ذیل قطعہ تاریخ موزوں کیا:

بزمِ سخن میں روشنی پھیلی ہوئی تھی جبکی آہ		چل گئی صرصرِ اجل ہو گیا گل وہی چراغ
لیکے حروفِ معجمہ ہاتفِ غیب نے شفقؔ
سالِ وفات کہدیا: "شاعر بیعدیل داغ" ۱۳۲۲ھ[۴]

یعنی ش+ب+ی+ی+غ = ۱۳۲۲ھ

داغؔ کے دیوان گلزارِ داغ میں ایک مشہور شعر ہے:-

آج راہی جہاں سے داغ ہوا		خانۂ عشق بے چراغ ہوا

"اس شعر کے پہلے مصرع سے کئی شعراء نے تاریخیں کہیں یعنی توارد ہوا۔ چند تاریخیں ملاحظہ ہوں، جناب آزاد صاحب شیخ پوری شاگردِ امیر نے تخرجہ سے یہ خالی تاریخ کہی:

داغؔ کا داغ اور امیر کا داغ		دل آزاد داغ داغ ہوا
مصرعۂ سال کہہ کے "دم" نکلا
"آج راہی جہاں سے داغ ہوا" ۱۳۶۶-۴۴=۱۳۲۲ھ[۵]

---

۳ غرائب الجمل ص ۳۸۳ عزیز المطابع بحیدرآباد ۱۹۰۸ء

۴ گنجینۂ تواریخ از شفقؔ رضوی ص ۲۸ آزاد پریس ڈالی گنج لکھنؤ ۱۳۴۹ھ

۵ تاریخ لطیف ص ۳۵۔

جناب کاظم حسین صاحب نے بھی اسی مصرع کو مادۂ تاریخ بنایا تھا:

ہے یہ دیوان داغ کا مصرع　　　　"آج راہی جہاں سے داغ ہوا"
تھے وہ مقبول اس کی ہے یہ دلیل　　　　ہو گیا سچ زباں سے جو نکلا

"دم" جو نکلا تو تھا یہ عیسوی سال (کذا ہجری سال)
"آج راہی جہاں سے داغ ہوا"[۶] ۱۳۶۶-۴۴=۱۳۲۲ھ

قاضی سید مقصود حسن حیرت شاہجہاں پوری سررشتہ دار عدالتِ خفیہ گیا، یار شاگرد داغ کو بھی توارد ہوا:-

دستِ بُردِ خزاں سے اے حیرت　　　　ہائے ویراں سخن کا باغ ہوا
مبتلا درد و غم میں ہے ہر ایک　　　　دل ہوا، دم ہوا، دماغ ہوا
لوگ اجڑا دیار کہتے ہیں　　　　آج دلی کا گل چراغ ہوا

"دم" نکلتا ہے سن کے یہ تاریخ
"آج راہی جہاں سے داغ ہوا"[۷] ۱۳۲۲ھ

حافظ سلام الدین صاحب نادر رئیسِ اجمیر نے بھی اسی مصرع کو مادّہ بنایا:-

لکھئے نادر مٹا کے "دلی" کو　　　　آج راہی جہاں سے داغ ہوا[۸] ۱۳۲۲ھ

جناب شفق رضوی نے سنہ الٰہی میں بھی تاریخ وفاتِ داغ برآمد کی:-

چل بسے افسوس داغ دہلوی　　　　گل ہوا اردو زباں کا اک چراغ
بے تکلف نام نامی سے شفق
سنہ الٰہی ہے "فصیح الملک داغ" = ۱۳۱۴ سنہ الٰہی اکبر شاہی

---

[۶] نشید کاظم ص ۱۳۲
[۷] واقعاتِ دارالحکومت دہلی ۲: ۴۵۷
[۸] گنجینۂ تواریخ ص۲۸

173221
23.5.02

صنعت ترصیع میں یعنی جس کے ہر مصرع سے سال برآمد ہو، یہ قطعہ ملاحظہ ہو:-

"نہاں سوزاں و صالِ داغ ہوا" ۱۳۲۲ "نامناسب ملالِ داغ ہوا" ۱۳۲۲ھ

"نوبں ذلحجہ ماہتاب گیا" " "روز امجد زوال داغ ہوا" "

"ماہ ذی حجہ میں ہوئی شبِ وصل" " "رنج اکبر ملالِ داغ ہوا" "

"گیا دنیا سے لطفِ زینتِ شعر" " "انقطاعِ جمالِ داغ ہوا" "

"سن کے یک لخت یہ کلام بدیٰ" " "فکر بد انتقالِ داغ ہوا" ۱۹۰۵ء

"اے عطا کیا کہوں رضائے حق" ۱۳۲۲ھ

"لایقِ فہم حالِ داغ ہوا" ۱۳۲۲ھ

"نواب مرزا داغ" سے ہجری سنہ ۱۳۲۲ نیز مرزا خاں داغ" سے عیسوی سنہ ۱۹۰۵ء برآمد ہو رہا ہے باقی بہت سے قطعات کو نظر انداز کیا جاتا ہے:

جلالؔ:- میر ضامن علی جلالؔ لکھنوی ۱۲۵۰ھ/۱۸۳۴ء میں پیدا ہوئے۔ شعروسخن کا ذوق بچپن سے تھا۔ نواب رامپور اور نواب مانگرول کے یہاں ملازم رہے۔ اخیر عمر میں لکھنؤ واپس آگئے اور بعمر چہتر سال ۴ر شوال ۱۳۲۷ھ مطابق ۲۰ر اکتوبر ۱۹۰۹ء کو راہی ملکِ بقا ہوئے۔ اُن کے صاحبزادے کمالؔ لکھنوی نے تاریخ کہی:

مہ شوال کی تاریخ چوتھی وہ بُدھ کا روز تھا آفت کا ساماں

وہ شاعر اٹھ گیا بزمِ جہاں سے کمالِ شاعری جس پر تھا نازاں

کمالؔ آنکھوں سے پنہاں ہیں جلالؔ آج
"چھپا ہے شاعری کا مہرِ تاباں"[1]

جناب شفق رضوی نے دو قطعات کہے ان میں سے دوسرا یہاں درج کیا جاتا ہے:-

---

[1] دو ماہی "اکادمی" لکھنؤ جولائی تا دسمبر ۱۹۹۱ جلد ۲ شمارہ ۱-۳ ص ۸۹ بحوالہ لکھنؤ کے چند نامور شعراء جلد اول۔

کیسے کیسے اٹھ گئے اردو زباں کے سرپرست
جن کے اٹھ جانے کا دل سے اٹھ نہیں سکتا ملال
تھے امیر کشور یعنی امیرؔ لکھنؤ!
تھے فصیح الملک داغؔ دہلوی شیریں مقال
ایک کے بعد ایک اس دارِ فنا سے چل بسے
تھے جو اک ہمصر اُن کے سید ضامن جلالؔ
وہ بھی دنیا سے سدھارے لکھو شفق سال وفات
"حیف اک نایاب شاعر تھے جلالِ باکمال"[۱۱] ۱۳۲۷ھ

محمد حنیف علی رعبؔ نے نو بند پر مشتمل ایک ترجیع بند مرثیہ کہا جس میں ننانوے اشعار ہیں۔ جس کے آخری بند کے چند اشعار ملاحظہ ہوں:۔

کیوں نہ اندوہ زا ہو اس کی وفات
زندہ سازِ سخن تھی جس کی ذات
کہہ رہا ہوں جلالؔ کو مردہ
جو ہے فیضِ سخن سے عینِ حیات
فخر تھا خاندانِ ناسخؔ کا
رعبؔ وہ عارفِ رموز و نکات
یہی مصرع ہے بس وفات کا سال
"مرگِ ناسخؔ ہے وائے مرگِ جلالؔ"[۱۲] ۱۳۲۷ھ

نسیمؔ:۔ مولوی شبیر حسین نسیمؔ بھرتپوری، جن سے راجستھان کا نام اردو شاعری کے فلک پر روشن ہے، ۱۳۲۷ھ میں فوت ہوئے۔ علامہ سیمابؔ اکبر آبادی نے نہایت عبرت اور حسرت انگیز قطعۂ تاریخ کہا۔

سیمابؔ کل ہوا جو مرا اک جگہ گزر
بے چارگی یہاں مجھے سر پیٹتے ملی
پوچھا جو میں نے اُس سے یہ کس کا مزار ہے
بولی "یہی ہے قبر نسیمؔ بھرتپوری"[۱۳] ۱۳۲۷ھ (۱۹۰۹ء)

---

[۱۱] گنجینۂ تواریخ ص ۲۸۔
[۱۲] کلیاتِ رعبؔ ص ص ۶۵-۳۶۴۔
[۱۳] تاریخ لطیف ص ۵۸۔

یہ قطعہ صنعت مرموز میں ہے ۔

تسلیم :۔ منشی امیر اللہ تسلیم ۱۸۲۰ء میں فیض آباد کے ایک گاؤں میں پیدا ہوئے ۔ لکھنؤ میں آ کر قیام کیا۔ وہ نسیم دہلوی کے شاگرد تھے ۔ اپنے عہد میں شاعری کے چوتھے رکن تھے۔ درج ذیل مشہور شعر تسلیم ہی کا ہے :۔

ہائے کبتک نہ میں گھبراؤں گا اے دشتِ جنوں　　　　ابنو دامن بھی نہیں ہے کہ بہل جاؤں گا

۱۳۲۹ھ/۱۹۱۱ء میں اکیانوے برس کی عمر میں سفرِ آخرت اختیار کیا ۔ شفق نے تاریخ کہی :۔

جن سے روشن تھا نام مومن کا　　　　تھے وہ تسلیم یادگارِ نسیم

سالِ تاریخ فی البدیہہ شفق

لکھدے "روحِ نسیم تھے تسلیم"[۱۴]　۱۳۲۹ھ

شبلی :۔ مورخِ ہند علامہ شبلی نعمانی، علامہ لاثانی کی ذاتِ گرامی کسی تعارف کی محتاج نہیں ۔ موصوف نے ۲۹ ذی الحجہ ۱۳۳۲ھ / ۱۸ نومبر ۱۹۱۴ء کو سفرِ آخرت اختیار کیا۔ حفیظ اللہ خاں حفیظ سکروری اعظم گڑھی نے فارسی زبان میں تاریخ کہی :۔

حسرتا و احسرتا و احسرتا　　　　از جہاں فخرِ جہاں شبلی برفت

بہرِ تاریخِ وفاتِ او حفیظ　　　　گفت رضواں "در جناں شبلی برفت"[۱۵]　۱۳۳۲ھ

حالی : خواجہ الطاف حسین حالی پانی پتی کا انتقال ۱۱ صفر ۱۳۳۳ھ / ۳۱ دسمبر ۱۹۱۴ء کو ہوا ۔ یہ تاریخ ہوئی، مگر تاریخ گو کا نام معلوم نہ ہو سکا نہ حوالہ نوٹ کر سکا :۔

اب شاعرانِ ہند میں صد حیف و ہائنا　　　　حالی سا قوم میں کوئی رہبر نہیں رہا

غالب کا فیض یافتہ سید کا چہیتا　　　　نواب شیفتہ کا وہ دلبر نہیں رہا

---

۱۴ گنجینۂ تواریخ صہ ۲۹ ۔

۱۵ ماہنامہ معارف اعظم گڑھ اگست ۱۹۸۹ء صہ ۱۵۳ ۔

ہاتف نے عیسوی میں کہا سالِ ارتحال

"افسوس کہ مدارِ سخنور نہیں رہا" ۱۹۱۴ء

جالب دہلوی نے فارسی میں قطعۂ تاریخ کہا، جس کا حاملِ تاریخ شعر ہے :-

کس چو پرسد سالِ تاریخ وفاتش حالیا گو بمش "حالی گزشت از دور بر گردونِ جہاں" [16] ۱۲۲۳ء

شفق رضوی نے مذکورہ دونوں بزرگوں کا یہ مرثیہ کہا:-

خاک اڑاتی ہے کیوں سر پہ زمیں بار بار پیرہنِ نیلگوں پہنے ہے کیوں آسماں؟

چاک گریباں ہیں گل غنچے ہیں کیوں سرنگوں صحنِ چمن میں ہیں کیوں بلبلیں محوِ فغاں؟

نثر ہے کیوں سوگوار، نظم ہے کیوں ماتمی دیتی ہے کیوں تعزیت علم کو اردو زباں؟

دیدہ و دل دونوں ہیں جنکے لئے نوحہ گر! اٹھ گئے دوہرے ادیب چل بسے دو نکتہ داں

شبلی مرحوم کا پہلے سنا واقعہ رحلتِ حالی کی پھر آئی خبر ناگہاں

دیکھ لیں اک بیت میں پڑھ کے جو ہیں اہلِ فن دونوں کے رحلت کے سال صاف شفق ہیں عیاں

"شبلی مرحوم تھے طوطیِ دہر اک ادیب" ۱۳۳۲ھ

"حالی جنت مکاں سعدیِ ہندوستاں" [17] ۱۳۳۲ھ

اکبر الہ آبادی :- سید اکبر حسین رضوی نام - ۱۶ نومبر ۱۸۴۶ء تاریخ ولادت ہے ۔ وہ اپنے زمانے کی عظیم ہستی تھے ۔ اردو شاعری میں انہوں نے ایک نئے طرز کی بنا ڈالی جس کے وہ خود ہی موجد اور خود ہی خاتم تھے ۔ اکبر کی خاص شہرت ان کی ظرافت ۔ بذلہ سنجی اور لطیف طنزیات پر مبنی ہے ۶ محرم ۱۳۴۰ھ ۹ ستمبر ۱۹۲۱ء میں رحلت کی ۔ شفق رضوی نے تاریخ کہی ۔

یوم جمعہ ستہ ماہِ محرم ۔ قبل عصر اک زبانِ حال کے کامل سخنور چل بسے

لکھ مع نام و لقب تاریخ کا مصرع شفق

"عارفِ صالح لسان العصر اکبر چل بسے" [18] ۱۳۴۰ھ

---

۱۶ تاریخ لطیف ص ۳۳ ۱۷ گنجینۂ تواریخ ص ص ۳۱-۳۰ ۱۸ حوالہ مذکور ص ۳۱ -

چکبست :۔ پنڈت برج نارائن چکبست کی ولادت ۱۹ جنوری ۱۸۸۲ء کو فیض آباد اپنے ننھال میں ہوئی۔ پانچ سال کی عمر میں اپنی والدہ کے ساتھ لکھنؤ آئے۔ اس وقت والد کا انتقال ہو چکا تھا۔ اردو اور فارسی کی تعلیم ایک مولوی صاحب سے گھر پر ہی حاصل کی۔ ازاں بعد بی۔ اے۔ ایل ایل بی کیا۔ تقریباً ۴۴ سال کی عمر میں ۱۲ فروری ۱۹۲۶ء کو رائے بریلی اسٹیشن پر جسم کے سیدھی طرف فالج گرنے سے موت واقع ہوگئی۔ ان کی ایک غزل کا مشہور شعر ہے :۔

زندگی کیا ہے عناصر میں ظہور ترتیب	موت کیا ہے انھیں اجزاء کا پریشاں ہونا

کسی طباع تاریخ گو نے تدخلہ کے ساتھ مصرعہ آخر سے تاریخ کہی :۔

اُن کے مصرع ہی سے تاریخ ہے ہمراہ "تعزا" ۷۸
"موت کیا ہے انھیں اجزاء کا پریشاں ہونا" ۱۲۶۶ = ۱۳۴۴ھ

پروفیسر حامد حسن قادری صاحب نے چکبست کی کم عمری میں وفات کو ملحوظ نظر رکھتے ہوئے ذوق کے مشہور شعر :۔

کھل کے گل کچھ تو بہار اپنی صبا دکھلا گئے	حسرت اُن غنچوں پہ ہے جو بن کھلے مرجھا گئے

کے آخری مصرع کو مادہ بناتے ہوئے تخرجہ میں یہ تاریخ کہی :۔

دل پکار اُٹھا جو ٹوٹا اس طرح "جورِ فلک" ۳۳۹
"حسرت اُن غنچوں پہ ہے جو بن کھلے مرجھا گئے" ۲۲۶۵ - ۳۳۹ = ۱۹۲۶ء

(جاری)

---

۱۹ دیکھئے ماہنامہ "آجکل" نئی دہلی بابت فروری ۱۹۸۳ء ص ۶۔

۲۰ قادری زکرحفظ گرامرز انگریزی حصہ ص ۱۲۸۔